

Registered No. A 782
THE
OUDH PUNCH LUCKNOW
Volume X
1925
WISE MAN IS NOT TO BE DICTATED TO BUT HE IS TO DICTATE UNTO OTHERS (ARISTOTLES)
S. Fazlullah Artist

جلد ۱ نمبر ۱۸
مضامین غیر
مورخہ ۱۳ مئی سنہ ۱۹۲۵ء

یہ مضمون بہت دن ہوئے کہ دفتر میں موصول ہوا مگر خدا غفلت کا بھلا کرے چھپنے کی نوبت نہ آئی۔ بہرحال سال بھر کے بعد بھی کاتب کی صورت اس نے دیکھی تو مضمون نویس صاحب کو ہماری مدح و ثنا کرنی چاہیے کیا یہی کہ بفضل خدا مضمون ضائع نہیں ہوا تو شائع بھی نہیں ہوا کہیں کھو جاتا تو کیا غضب ہوتا؟ "اڈیٹر"

جواب استفسار عجز آثار

۱۴ ستمبر سنہ ۲۴ء کے اودھ پنچ میں جناب شیر سنگھ شمیم گرودی دریافت کرتے ہیں۔

(۱) الفاظ ناز و دو ان کے ساتھ لفظ "بردار" کی ترکیب کہاں تک جائز متصور ہو سکتی ہے؟ کیا اسے در اصل غلط العام خیال کر کے لفظ "بردار" کو بلحاظ موقع اس مقام پر الفاظ "کش" و "بر" کا قائم مقام تصور کرنا چاہیے۔ اور "ناز بردار و فرمانبردار" کے بجائے "نازکش و فرماں بر" صحیح سمجھنا چاہیے یا کیا؟

بظاہر سائل صاحب خیال فرماتے ہیں کہ ناز اور فرمان کوئی بار نہیں ہے کہ برداشتن کی صفت اس پر صادق آئے۔ نازکشیدن و فرماں بردن ہونا چاہیے مگر حضرت یہ تو پرائی زبان ہے ہم ہندوستانیوں کا دخل اسمیں نہیں ہے۔ جہاں فارسی میں۔

ناز ست بکشم کہ نازنینی

ہے وہاں مرزا صائب کا یہ شعر بھی ہے ؎

زہے بزرگی شکر خدا ہے کہ من در پا تشی دارم
بجا افتادست ناز دولت بیدار بردارم

علی ہذا القیاس فرماں بردن و فرماں برداشتن دونوں کی سند حضرت شیخ سعدی کے اس مشہور قطعہ میں موجود ہے ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار
شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

غرض دونوں محاورے صحیح ہیں مرجح یہ ہے جس شخص بولتا ہے ہر ایک فارسی شاعر نے استعمال کیے ہیں۔ آخر جناب شمیم نے ان میں کیا سقم ملاحظہ فرمایا جو ترحش ہوا اور وہم نے گھیرا۔

دوسرا استفسار یہ ہے کہ:-

"مذہب اسلام تناسخ کا قائل نہیں ہے اندریں حال ایک واجب التعظیم مسلمان بزرگ کے شعر مندرجہ ذیل کا مفہوم تناسخ کے سوا کچھ اور بھی ہو سکتا ہے؟ ؎

ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام
ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام

اگر اس شعر کا کوئی اور مطلب بھی ہو سکتا ہو تو براہ کرم اسکی وضاحت فرمائی جائے۔ اسکے ساتھ ہی دیگر تجربہ و مشاہدہ کو بالائے طاق نسیان رکھ کے یہ بھی ارقام فرمایا جائے کہ جب مسئلہ تناسخ باطل فرضی و قیاسی ٹھہرا تو "تناسخ" کے مشینہ وضع و ایجاد سے معرض وجود و شہود میں لائے جانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟"

اس سوال کا جواب ۱۰ نومبر سنہ ۲۳ء کے پنچ میں عبد القیوم صاحب احمدی بی اے ساکن ورالائی بلوچستان نے علمی حیثیت سے دیا مگر یہ جواب مستفسر صاحب کے واسطے باعث تسکین نہ ہوا۔ خلاصہ جواب یہ تھا کہ انسان کے جسم کا ہر ذرہ ہر آن میں تغیر پذیر ہے اور ایک قلیل عرصہ میں تمام کا تمام قالب فنا ہو کر نئے ذرات سے ترکیب پاتا ہے۔ اسمیں تناسخ کی طرف حاشا و کلا اشارہ تک بھی نہیں۔

یہ بات مشہور ہے کہ یہ شعر حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ کے نتائج طبع سے ہے اور یہ بھی کہ مثنوی میں موجود ہے یہ شہرت مسلمانوں ہی میں نہیں بلکہ ہندوؤں میں بھی ہے چنانچہ سوامی درشنانند جی دہلوی اپنے رسالہ تناسخ میں لکھتے ہیں کہ "ہندوؤں میں اسکا ثبوت نہیں ملتا بلکہ مسلمان عابد بھی جنہوں نے عبادت الٰہی کے ذریعہ سے دل کے خیالات کو جمع کر لیا اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہمارے بہت سے جنم گزر چکے ہیں دیکھو مولوی روم لکھتا ہے ؎

ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام
ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام

لیکن بہت سی بے اصل باتیں مشہور ہو جاتی ہیں۔ انوری کا یہ شعر مشہور ہے ؎

ہر بلائے کز آسماں آید
خانۂ انوری کجا باشد

حالانکہ یہ شعر نہیں ہے بلکہ قطعہ ہے خود دونوں مصرعے بول رہے ہیں کہ ناقل بیچ سے کچھ کھا گیا ہے اصل قطعہ یہ ہے ؎

ہر بلائے کز آسماں آید
گرچہ بر دیگراں قضا باشد
بر زمیں نارسیدہ می پرسد
خانۂ انوری کجا باشد

(نمونہ قابل درست)

سمن بنا بر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵۔ قاعدہ ۱و۵)

نمبر مقدمہ ۲۴/۱۱

بعدالت منصفی ضلع بستی

محمد خلیل وغیرہ مدعی

بنام

امیر چند وغیرہ

امیر چند ولد بھول چند ساکن سریا عرف [illegible] کگرا منصفی محمد آباد ضلع بلیا مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت [illegible] کے دائر کی ہے لہذا تمکو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۰ مئی سنہ ۱۹۲۵ء وقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے کما حقہ واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جسکے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دعوے کی دو [illegible] تمہارے انفصال کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے لہذا تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز تمام دستاویزات پر [illegible] جن پر تم یا مدعی جوابدہی کے حمایت میں استدلال کرنا چاہتے ہو [illegible] پیش کرو۔ تمکو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بلا حاضری تمہارے مسموع و فیصل ہوگا۔ بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج تاریخ ۱۴ ماہ [illegible] سنہ ۱۹۲۵ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم [illegible]

علاوہ بریں اقتباس ما بہ النزاع شعر ہرگز مولانا روم کا نہیں ہے۔ بلکہ حضرت شمس تبریز کا ہے۔ انکے دیوان میں پوری غزل اس طرح لکھی ہوئی ہے۔

جان خود مست جانان دیدہ ام — این ملک را آشیان پرسیدہ ام
اے پسر زین سپہر مفلسین — بالا بلک سالہا گردیدہ ام
گر بگویم شرح جان خویش را — منتصہ مفتاد قالب دیدہ ام
گر بہر شدم زنعال زندگی — ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام
ہمچو حضرت در حیوۃ جاوداں — قطرۂ از جام او نوشیدہ ام
جرعۂ خوردم ز خم لایزال — این نظر از شاہ مردان دیدہ ام
ہمچو بلبل در گلستان ارم — در فراق شمس بسے نالیدہ ام
روشنائی در دل شمس تبریز — چشم باطن را بمعنی دیدہ ام

اس غزل پر بغور تامل نظر کرنے کے بعد مشکل کوئی صاحب علم و عقل اس سے تناسخ کے عقیدہ کا استخراج کر سکتا ہے۔ متصوفین اہل اسلام کی زبان مخصوص ہے اور اصطلاحات بھی مخصوص ہیں جو لوگ انکی زبان سے واقف نہیں ہیں اُنھیں دخل در معقولات کا حق نہیں۔ عارف تبریزی عالم ذرا اور بدو خلقت کا حال بیان کر رہا ہے کہ ابتدا سے میں ذات بے ہمتا اور وجود مطلق کے عشق میں مست تھا اب قفس عنصری سے پرواز کا وقت آگیا ہے۔ ساتویں آسمان پر ملائک کے ساتھ گردش کر رہا جان (روح) کا حال یہ تھا کہ جملہ منازل عرفان کی طے کیے (سرحلقۂ عارفان زمانہ حضرت معروف کرخیؒ فرماتے ہیں کہ عرفان کے ساتھ ستر حجابے ہیں) زندگی یوں گذری کہ سبزے کی طرح بارہا اُگا مگر عشق کی آگ نے جلا دیا کبھی ہوشیار کبھی سرشار۔ صرصر خزاں نے جلایا نسیم بہار نے پھر سوکھی جڑوں میں تازہ جان ڈالی اگوے پھوٹے۔ منتصہ مفتاد قالب کی حد بندی خود ہی اسکی دلیل ہے کہ تناسخ مراد نہیں اسلیے کہ تناسخ کی

تعریف کتابوں میں اس طرح کی گئی ہے:-

"التناسخ عبارۃ عن تعلق الروح بالبدن بعد المفارقۃ من بدن آخر" یعنے ایک بدن سے روح کا مفارقت کرنا اور دوسرے بدن میں بلا توقف حلول کر جانا۔ یہ اُن لوگوں کا اعتقاد ہے جو روح کو ازلی و ابدی سمجھتے ہیں اگر روح ازلی و ابدی ہے تو "منتصہ مفتاد" قالب میں سما جانے کے کچھ معنی نہیں ہیں یہاں بے شمار و بے عدد قالبوں کے اظہار کی ضرورت تھی۔ ....

....

یہ ۷۰۰ کا عدد کوئی محاورہ نہیں ہے بلکہ ایک معین

تعداد ہے جس مقام پر غیر معین تعداد کا اظہار مقصود ہوتا ہے وہاں دو علیحدہ نمبر بیان کیے جاتے ہیں مثلاً تین چار۔ دس بیس۔ ستر پچاس۔ پانچ چھ۔ یہ مختلف ہندسے کلام عرب و فارس میں اسی طرح متعدد ہیں جسطرح اردو میں یعنی بعض ہندسے بعض کے ساتھ ساتھ بولے جاتے ہیں جیسے پانچ چار۔ دو تین۔ دو ایک۔ مگر دو سات۔ پانچ آٹھ تین نو۔ یا سات سو ستر کوئی نہیں کہتا۔ قیس کے اس شعر کے بارے میں عرب کے نامی ادیب صلاح صفدی سے سوال کیا گیا تھا کہ دو اور آٹھ میں وجہ ترجیح کیا ہے ؎

صلی فلا ادری اذا ما ذکرتھا

تشنیتین صلیت الضحیٰ ام ثمانیا

(نماز کے وقت جب مجھے لیلےٰ یاد آجاتی ہے تو مجھے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ نماز چاشت کی دو رکعتیں پڑھیں یا آٹھ) صلاح صفدی نے جواب دیا کہ جو لوگ بھولکڑ ہوتے ہیں وہ رکعتیں انگلیوں پر گنتے ہیں ہاتھوں کی دس انگلیاں ہیں۔ ایک انگلی پر دوسری انگلی رکھ کے گنتے ہیں دو انگلیاں ملی رہتی ہیں آٹھ کھلی رہتی ہیں۔ قیس شدت محبت کی وجہ سے لیلےٰ کی یاد میں ایسا محو ہو جاتا تھا کہ گنی ہوئی انگلیوں کو بے گنی انگلیوں سے تمیز نہ کر سکتا تھا۔ رہا یہ سوال کہ جب اسلام میں مسئلہ تناسخ نہیں تھا تو یہ اصطلاح کیوں وضع کی گئی یہ صاحبان خود کے پوچھنے کی بات نہیں۔ اسلام میں ثنائی یعنے دو خداؤں کے ماننے والے نہیں ہیں مگر ذکر انکا بھی موجود ہے اور انکا لقب ثنائی رکھا گیا۔ ہو سکتا ہے کہ جب ہند اور عرب کے تعلقات قائم ہو گئے اور ہندوستانی حکیم عرب میں ملازم رکھے گئے ہوں تو انکے عقائد کی بہت چرچا ہوا اور ہندوؤں کی کتابوں سے جو زمانہ کی قدامت کے قائل ہیں یہ عقیدہ عربوں کو معلوم ہوا ہو اور اُنھوں نے اظہار مطلب کے واسطے آواگون کا ترجمہ تناسخ کیا ہو اس نقطہ سے ہرگز تناسخ کا تعلق تصوف کے ساتھ ثابت نہیں ہوتا۔

شمیم صاحب کے اس فقرے نے کہ "تجربہ و مشاہدہ کو بالائے طاق نسیان رکھ کے یہ بھی ارقام فرمایا جائے" ہمیں مائل کیا تھا کہ ہم ابطال تناسخ کے درپے ہوتے اور اس تجربہ یا مشاہدہ کا توہم اتنا واضح کر دیتے کہ مشاہدہ صاحب خود طاق نسیان کی سیر کرتے مگر اودھ پنچ مذہبی بحث سے ہمیشہ اجتناب کرتا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ سائل صاحب کی تشفی ہو جائے گی اور آئندہ وہ صاحب



کاریگری

"سوراج حاصل کرنے کے مؤثر اور معقول اوزار"

معارف کے کلمات ... نے مطالب نکالنے کی جرات نہ فرمائی تھی۔ ہمارے شاعروں نے باصطلاح خاص بت پرستی کی تائید بھی بہت کی ہے اگر اسی طرح پوچھا گچھی رہی تو بہت مشکل ہوگی اسلام میں تصوف "جوگ" یا اسکے دوسرے اعمال کا نام نہیں۔ تصوف صفا ار المعاملۃ مع اللہ کا نام ہے۔

راقم

عاصی عبدالرحمن خاں محرر جوڈیشل تحصیل ایٹہ۔ یو۔پی

ہندی شاعری

نمبر۲

اگلی ہندی شاعری کی بانگی دیکھنے کے بعد اب جو زمانہ میں تغیر ہوا اور شاعری نے ہوا کے رخ اپنا منھ پھیرا وہ بھی قابل ملاحظہ ہے۔ پنڈت اجودھیا سنگھ صاحب اسوقت کے مستند شعرا میں گنے جاتے ہیں۔ ان کا کلام ہندی رسالوں اور اخباروں میں اکثر شائع ہوتا ہے۔ اگلی پچھلی شاعری کا مقابلہ کیجیے۔ یہ نظم ہولی کے زمانہ میں شائع ہوئی تھی ہولی کا ہار پہننے کا حق جن لوگوں کو حاصل ہے انکی اجمالی فہرست پیش کی گئی ہے۔

ہولی ہے ہاں جی اسبار
پہناؤ ہولی کا ہار

جو ہولی کو برا بتاتے — ننگ دھڑنگ سے جان بچاتے
پھاگ راگ سے جو گھبراتے — نئی سبھیتا کے گن گاتے
ان مردوں کو ہاں اسبار
پہناؤ ہولی کا ہار

جو کورے سپنا لک ہیں — لکھے کبھی نہ ایک لکیر
یا جو لکھتے راہ بتانے — پر خود آگے کبھی نہ آتے
مت چھوڑو ان کو اسبار
پہناؤ ہولی کا ہار

لیکچر دیتے نیکی چھانٹے — دیش کو دھوکا دے [illegible] چھپاتے
جب دھلتی [illegible] کا رنگ — بنا لی کا ہوتا ڈھنگ
نہیں ملاوٹ سے اچار — پہناؤ ہولی کا ہار

اسنان یوگ گنگا میں — کیجے خوب دے کر بہو دان
پھر بھی من کا میل نہ دھویا — او نیچ کا او سر بھی کھویا
جانے دو نہ انھیں اسبار
پہناؤ ہولی کا ہار

دھرم سبھا کے بکتا ہیں — کھاتے دودھ ملائی کھیر
دھرم پتنی کشٹوں کی ماری — جب آتی تب جھگڑیں بچاری
دھرم پھیر والے اسبار
ان کو دو ہولی کا ہار

ہندو ہو ہندی کو چھوڑے — ہندو پیار بھیش تج بھوڑے
لگے پرائی چتل پیاری — اس منشتا کے بھاری
بچیں نہیں یہ سب اسبار
پہناؤ ہولی کا ہار

بھارت کے نیتا کہلاتے — جنتا کا دھن خوب اڑاتے
سب کا بچا ہوا ہے پھاگ — اپنی ڈفلی اپنا راگ
انکو بھی مت چھوڑو یار
پہناؤ ہولی کا ہار

نہیں دیش کی جنکو پیر — پڑی غلامی کی زنجیر
دکھیا پر جو دیا نہ لاتے — دھرم [illegible] پھرتے اٹھلاتے
ان کو دے کر سو دھکار
پہناؤ ہولی کا ہار

کاٹر ہو جو ہندوستان — ہو دست ہو گے جگ ایمان
[illegible] — نہیں [illegible] دھرم بچاوے
اسے بلا کر ہیچ بزار
ہولی کا پہناؤ ہار

راقم

ہندی ندیم

مقرہ یا مقریہ

ہمارے مکرم دوست شاہ ... احمد صاحب محرر رجسٹری قائم گنج ضلع فرخ آباد سے تحریر فرماتے ہیں کہ ایک وثیقہ ذیل منشی نند کشور صاحب دستاویز نویس میں مقررہ کی جگہ "مقریہ" لکھتے ہیں۔ اعتراض کیا گیا تو بہت برہم ہوئے انہیں "مقریہ" کی صحت پر اصرار ہے۔ براہ کرم ایک مختصر مضمون اسپر لکھ دیجیے۔

ہم مضمون کیا لکھیں منشی صاحب جو کچھ لکھتے ہیں صحیح ہے اگر "خسرہ" کی مادہ "خسریہ" "سسرے" کی پہلو نشین "سسریہ" پاتر کی سگی جورو "پتریہ" دختر کی ایجانہ "دختریہ" "چھیرہ" کی اہلیہ "چھیریہ" گگری کی ضمیمہ "گگریہ" دہی کی کھرلبیں "دھریہ" جھوپڑی کی ہمخواب "جھوپڑیہ" ہوسکتی ہے تو قیاس کا مقتضے یہی ہے کہ "مقرہ" کا جوڑا "مقریہ" کے ساتھ لگا دیا جائے "مقرہ" کی "ہ" تانیث کی علامت نہیں بلکہ تذکیر ہے اس دفتر کی خوش نصیبی میں کوئی شبہ نہیں جسمیں ایسے ذی استعداد وثیقہ نویس

کام کرتے ہوں۔

غالباً شاہ صاحب صورت قیاس سے مطلع نہیں۔ سنیے حضرت عربی میں "ۃ" علامت تانیث ہے اُردو میں اکثر مذکر الفاظ "ی" کی زیادتی سے بدھیا کیے گئے ہیں۔ خصوصاً وہ الفاظ جنکی علامت تذکیر میں کھڑا الف داخل ہے۔ اب آپ دریافت فرمائیں گے کہ الف کے ساتھ کھڑے اور پڑے کی قید کیسی کیا لنبا اور اوندھا الف بھی ہوتا ہے۔ مگر حضرت اس پوچھ گچھ کے معنی یہ ہیے جا ئیگے کہ آپ حال کے رسم الخط سے بالکل ناآشنا اور نابلد ہیں۔ ابھی جناب اُردو تحریر لا ارشادی تصرفات کی مدتوں سے رہین منت ہے۔ ہائے مختفی فارسی کے مخصوصات سے ہے جس طرح ہائے مخلوط اُردو اور ہندی کے مخصوصات سے لیکن فارسیت مآبی کا خدا بھلا کرے جس نے ٹھیٹھ اُردو الفاظ میں اسکا عملہ دخلہ کرا چھوڑا۔ پتا۔ گولا۔ دھبا۔ راجا۔ روپیا۔ بھرتا۔ کرتا اور اسی طرح کے دوسرے لفظ بڑے بڑے پڑھے لکھے ہائے مختفی کے ساتھ لکھتے ہیں۔ کاتبوں اور خوشنویسوں نے جن کا فرض درستی و اصلاح رسم الخط ہے یہی شیوہ اختیار کر لیا اسمیں کسی کا اجارہ نہیں اب آپ خود ہی انصاف فرمائیے کہ الف قلابازی کھا کے "ہ" بنایا نہیں؟۔ اور ہم نے الف کے ساتھ کھڑے کی قید لگائی تو غلطی نہیں کی۔ ہائے مختفی اور علامت تانیث کی شکل اور حلیہ ایک ہے۔ ایسے الفاظ کی تانیث تذکیر میں شبہ ہو سکتا ہے رفع اشتباہ کی غرض سے ہمارے تارجہ مہربان منشی نندکشور صاحب نے "مقرہ" میں ایک "ی" بڑھا دی تو آپ کیوں خفا ہو گئے ہندی کی علامت تانیث اور عربی کی علامت تانیث ایک جگہ جمع ہو گئیں تو آپ کیوں اسے جمع بین الاختین کا مسئلہ سمجھے۔ اور لگے ناک بھوں چڑھانے۔

ہمارے کاتب صاحب کسی طرح نہیں ا...

جب اُن سے کہا گیا کہ "وکٹوریہ اسٹریٹ" نہ لکھو تو انھوں نے کبھی تعمیل نہیں فرمائی جب لکھا تو وکٹوریہ ہی لکھا۔ ممکن ہے کہ آپ کو پھول لگی سوجھے اور آپ فرمائیں کہ:۔

"تو مقرہ مذکر ہے یا مونث؟"

لہٰذا بندہ پہلے ہی سے جواب دیتا ہے کہ مقرہ بالقول دستاویز نویس من لفظ کے آگے اگر "ی" لگی ہو تو آپ اُسے مردانے جیسیں میں عورت سمجھیے اور ہرگز علامت تانیث ٹٹولنے میں وقت ضائع نہ فرمایئے۔ جو لگا ہے بچہ نہیں دیتی اُسے "بیلا" کہتے ہیں۔ جس مرد میں رجولیت کی کمی ہوتی ہے اُسے ڈومنیوں کی اصطلاح میں "ہیلا اور حپیا" کہتے ہیں۔ بیلا میں علامت تانیث بیکار۔ اسی طرح ہیلا اگرچہ مرد کی صورت ہوا تو کیا۔ مقرہ جب بدھیا بنایا جاتا ہے تو "مقرہ" ہو جاتا ہے۔ مقرہ کی نسائیت ثابت کی جاتی ہے تو وہ "مقرہ" کہلاتی ہے۔

کچہری میں دستاویز یا درخواستیں باحسن لکھنے کے واسطے ایسی ہی لیاقت درکار ہے۔ خوشخطی فضول۔ املا کی درستی نامعقول الفاظ کی صحت نہ فائدہ ہے اس سے بڑے بڑے کام نکلتے ہیں کچھ دنوں اُدھر کا ذکر ہے کہ ہمارے ایک دوست حاجی کشمیری نے مکان فروخت کیا اس مکان میں ایک تہ خانہ تھا اور باہر کے بیٹھکے میں ایک پاخانہ تھا جو دو مکانوں میں مشترک تھا اور وہ بھی حاجی صاحب کی ملکیت تھا۔ دستاویز میں حاجی صاحب نے لکھوایا کہ علاوہ پاخانے کے باقی تمام مکان فروخت کیا۔ لکھنے والے نے پاخانہ کی جگہ "تہخانہ" لکھا اور حسب عادت نقطے چھوڑ گئے۔ مشتری نے مکان اپنی ضرورت سے کھودنے والوں کے ہاتھ بیچ ڈالا جب کھدائی شروع ہوئی تو ہمارے کرم حاجی صاحب سیدھے کچہری پہونچے اور وہاں سے حکم امتناعی لے آئے کہ "تہخانہ" ہرگز کھودا نہ جائے وہ نقشے ہے خدا سلامت رکھے وکیلوں کو انھوں نے رشوت خوردہ

دستاویز نویس کی گواہی سے پورا فائدہ اٹھایا اور تہخانے کو حقیقت میں تہ بنا رہا سمجھا کہ بگڑی ہو گئی۔ تو حضرت غلط نویسی بہت مفید چیز ہے۔

راقم

دربار الملک

نقد النقد

شری جیب جی صاحب

مولانا سید حبیب صاحب ایڈیٹر "سیاست" لاہور نے جیلخانے کی سکونت کے زمانہ میں "بیٹھے سے بیگار بھلی" کو ۔ کچھی زبان حاصل کی اور ذہنی محنت یوں ٹھکانے لگائی کہ بابا نانک صاحب کے اور ادو وظائف کا اُردو ترجمہ نظم کر ڈالا مگر بقول خود لفظی ترجمہ کی شان قائم رکھنے کی خاطر سے صحت الفاظ یا تقطیع وزن کی پروا نہیں کی اچھا کیا۔ نظم نام ہے تکلف و صنعت کا تصنع کوئی اچھی چیز نہیں۔ مولانا سے تیاری کا فرض ہر نوع پورا ہو گیا صفات شبوتیہ و سلبیہ باری عز اسمہ اس نظم میں اکثر جگہ اُسی ترتیب سے بیٹھے ہیں جو ترتیب مسلمانوں کے یہاں رکھی گئی ہے۔ سرے پر گورو نانک دیو کا مرقع ہے اسکے بعد مترجم کی تصویر ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ مصنف آزاد ہے مترجم محبوس و اسیر۔ ایک میں مسند تکیہ ہو جھل اور طنبورہ ہے دوسری میں بوریا ہے تنہائی ہے بے سامانی ہے۔ قلم ہے کاغذ ہے۔ امید ہے کہ سید صاحب کی سعی مشکور ہو گی اور کتاب پسند کی جائیگی لیکن ایک بات ذرہ سی کھٹکتی ہے یعنی قیمت ایک روپیہ زیادہ ہے اگر ایک روپیہ محصول سمیت ہو تو بہتر ہے۔ لکھائی چھپائی کاغذ میں اہتمام کیا گیا ہے۔

ضعیفی دور کرنے کی تدبیر

ہم تو سمجھے تھے کہ یہ کوئی شباب کی واپسی کا نسخہ ہوگا مگر نہیں کتاب ہے اور اچھی کتاب اس میں



خواب ربا - اندوہناک!

فرانس بیگم :- اے اللہ یہ کیا ہو گیا؟ اب دو پہر کی خبر نہیں؟
اخباری کاغذ :- ابھی کیا سوتے ہو؟
انگلستان خاں :- واللہ کیا مزے کی پینک تھی خواہ مخواہ اس کمبخت نے جگا دیا؟

ورزشوں کی تصویریں دی گئی ہیں۔ کسرت اور ریاضت کے ڈھب بتائے گئے ہیں۔ مترجم ضعیفی سے ضعف اور جسمانی کمزوری مراد لیتا ہے کتاب کے مصنف ڈاکٹر مندر لال گرگ ہیں۔ مترجم بنگالی لال سکسینہ ہیں۔ شائع کرنے والے پنڈت چھتر پال شرما سکھ سنچار کمپنی متھرا کے مالک ہیں۔ عام صحت جسمانی کی حفاظت کے طریقے مع تشریح تصویروں کے ذریعہ سے تعلیم کیے گئے ہیں اور ہر حصۂ جسم کی قوت بحال کرنے سے متعلق ایک خاص طرز ورزش ہے۔ کتاب ضرور مفید اور قابل مطالعہ ہے۔ جسمانی حرکات وسکنات سے اگر فائدہ ممکن ہے تو دوا کی تلاش یقیناً دانائی کے خلاف ہے۔ بڑی بات یہ ہے کہ ان ورزشوں میں کوئی دقت نہیں چارپائی پر لیٹے لیٹے بھی انسان ورزش کر سکتا ہے مختصر یہ کہ بعض خارجی تدابیر اور بعض ہدایات کی توضیح اس کتاب میں کی گئی ہے مؤلف کا دعویٰ ہے کہ ان کے اختیار کرنے سے جوان ہو یا بڈھا کارگر ہوگا اور زندگی کی گھڑیاں چین سے بسر ہونگی مؤلف کی محنت ضرور خدا کی مخلوق کے لیے نافع ہے اگرچہ انسان کو تھوڑی دیر کے واسطے بوزنگی کے صفات پیدا کرنے پڑینگے۔ سچ پوچھیے تو بوزنگی سے اجتناب نے بہت نقصان پہونچایا ہے جسمانی حرکت وسکون کو بقاء صحت جسمانی میں بہت دخل ہے بحیثیت پناہی گون متقون ہو کے جسم کا ریان جانا اچھل کود جست وخیز کو خلاف تہذیب سمجھا ہوگا مگر ہے یہ کتاب سکھ سنچار کمپنی متھرا سے مل سکتی ہے۔ اور اگر گھر میں کوئی تنہائی کی جگہ میسر ہو کہ بوڑھے آدمی کو داڑھی مونچھ سمیت ورزش کے نٹ کا تماشا کھیلتے دیکھ کے مسخرہ بنائیں تو قابل عمل بھی ہے۔ رئیس بھی گھر میں بیویوں کے سامنے یہ کرتب تو ہنسی کا موجب نہیں ہو سکتے کیا معنے کہ انھوں نے تو خلوت میں اس سے زیادہ مسخری حرکتیں دیکھی ہیں۔

ہائے تمدن بہت بڑا روگ ہے شکر ہے کہ ولایتی مردوں اور عورتوں نے ننگ دھڑنگ پھرنے کا سامان کر لیا ہے اور دن بھر میں تھوڑا وقت بوضع فطری اچھلنے پھاندنے کے واسطے مخصوص کر دیا ہے۔ اگر یورپ کی تقلید ہندوستان نے بھی کی تو یہاں بھی صحت جسمانی کا توڑا نہ ہوگا۔ عجب نہیں کہ پھر جڑ کاٹنے کی ضرورت بھی باقی نہ رہے اسلیے کہ پوشاک ولباس بھی مصنوعی معاشرت کی ایجاد کی ہوئی چیز ہے کوئی طبعی یا نیچرل شے نہیں۔ اللہ میاں نے ننگ دھڑنگ پیدا کیا تو ہمیں کیا پڑی ہے کہ خواہ مخواہ تن ڈھانکنے کی فکر میں پڑیں۔

خیر یہ تو دل لگی ہے مگر کتاب دیکھنے کے قابل ہے جنھیں خدا نے فرصت جست وخیز عنایت فرمائی ہے وہ ضرور منگائیں اور تنومند بن جائیں پبلشر نے قیمت نہیں لکھی۔ چھپائی لکھائی اچھی ہے۔

شادمان

اس نام کا ایک ماہوار پرچہ جے پور سے حکیم نور الحسن صاحب صدیقی شائع فرماتے ہیں۔ فروری کا پرچہ ہمارے پاس بغرض اظہار رائے بھیجا گیا ہے۔

جو لوگ اس قسم کے ادبی رسالے نکالتے ہیں ان کی نیت بخیر ہوتی ہے لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس رسالہ کی غرض اشاعت بھی اردو ادب کی ترقی ہے اگرچہ اصلاح کی بہت احتیاج ہے۔ اسمیں بعض مضامین نہایت مفید ہیں مثلاً حقوق والدین و فرائض اولاد یا وہ مضمون جسمیں نفسی کے ضرر بیان کیے گئے ہیں باقی مضامین ہمیں پسند نہیں ہیں ممکن ہے کہ مذاق کا فرق دوسرے کی نگاہ میں محبوب کر دکھائے لیکن ابھی دوسرا نمبر ہے توقع رکھنی چاہیے کہ حضرت مؤلف رفتہ رفتہ ان حالات پر قابو پا جائیں گے جو انکے رسالہ کو زیادہ مرغوب بنا سکیں۔

اس میں ایک عجیب وغریب مضمون خطابات کے عنوان سے عطاء اللہ خاں صاحب نے تحریر کیا ہے۔ اس مضمون میں خاں صاحب نے دو خطابوں کے متعلق بحث کی ہے کہ آیا وہ دیے گئے یا نہیں پھر پیر اعظم مراد آباد مورخہ ۲۶ر جنوری ۱۹۲۵ء سے ایک خط نقل کیا ہے (جس کی صحت نقل کا بار شادمان کے ذمہ ہے) خط یہ ہے :-

"جناب من تسلیم۔ مضمون مندرجۂ ذیل مہربانی فرما کر قریب تر اشاعت میں شائع فرما دیجیے مضمون یہ ہے بعض اخبارات میں حضرت سیماب و حضرت ساغر کے ٹونک تشریف لانے اور ختم مشاعرہ کے بعد میری جانب سے دونوں صاحبوں کو خطاب دینے کی اطلاع شائع ہوئی ہے۔ میں اس واقعہ سے تو انکار نہیں کرتا کہ وہ ٹونک تشریف لائے اور مشاعرہ میں شریک ہوئے۔ دونوں صاحبوں کے ما فوق الادب خیالات منظوم نے خراج تحسین بھی وصول کیا۔ لیکن حضرت سیماب کو فصیح الملک اکمل الشعراء اور حضرت ساغر کو خیام العصر خالق جذبات کا میری جانب سے خطاب فرمایا جانا واقعہ کی صحیح تصویر نہیں ہے میں دیسی ریاست کا رہنے والا۔ خاندان رئیس کا ایک فرد۔ جناب نواب فصیح الملک داغ دہلوی کا شاگرد۔ میں کس طرح اپنے استاد سے بہتر خطاب دے سکتا۔ اور بلحاظ آداب ریاست بھی میں اسکا مجاز نہیں ہوں۔ ختم مشاعرہ کے بعد میں نے حضرت ساغر کے صحیح جذبات کرشموں اور دلفریب انداز خوشخوانی کے چھلکتے ہوئے شراب سرور سے متکیف ہو کر جو کچھ الفاظ تعریفی کہے ہیں وہ محض ایک وقتی تفنن اور ایک مدہوش پیمانہ نوش کی صدائے مستانہ تھی پیمانہ کی مدہوش ریاد کیفیت اور خراب نے جو اثر دل ودماغ پر ڈالا تھا اس کی ایک نیرنگ بیخودی تھی۔ راقم صاحبزادہ احمد سعید خاں عاشق تلمیذ نواب فصیح الملک بہادر دہلوی۔ از ٹونک۔ تاریخ ۱۵ر جنوری ۱۹۲۵ء"

معلوم ہوتا ہے کہ صاحبزادے صاحب ابھی ہیں دل لگی باز شوقین۔ دل لگی باز اہل معنی کر کے جو جی چاہا کہہ دیا پھر موقع ہے ۔۔ تو ہم مزاجاً بھی خوش کر دیں۔ ہم"

کی سیر اور وقتی تفنن کی آڑ پکڑ لی - اور شوقین اس وجہ سے کہ صحیح جذبات کرشموں سے بالکل رنجیدہ خلی ہو گئے - اتنی بڑی بڑی لفظیں خطاب میں بول اٹھے جن کا کفارہ انکاری خطاب ادا کرنا پڑا ہے۔

بتا ساقی جو کفارہ ہو رسم بت پرستی ہیں
قسم پیر مغان کی جھوٹی کھا بیٹھا ہوں مستی میں

اب جناب یہ ہے کہ اس خواہ مخواہ شہرت خطاب پیدا کنگی اور خفت کا گناہ کس کے سر تھوپا جائے ۔

میں نے جو ہنسی میں کہا اُن کو ستم آرا
کہنے لگے ہاں سچ ہے مرا نام یہی ہے

ہمارے نزدیک صاحبزادے صاحب نے بالکل صاحبزادے پن کی بات کی - ریاست کا دستور یا قانون گیا اپنی اپنی ہنسی میں فرضی طور پر وہ ضرور خطاب عنایت کرنے کے مجاز ہیں - دھوم کے دھڑی یا ہنسی دل لگی میں اگر تجاہت ہو جائے تو ان کا کچھ نہیں بگڑ سکتا خطاب سے اتنی عزت افزائی نہیں ہوتی تھی جتنی اس انکار سے تو ہین ہوئی بھلا یہ ہنسی دل لگی کا محل تھا؟ نواب صاحبزادے صاحب سے التماس ہے کہ اب کی اس انکاری تحریر کو بھی دعابت مزاح تفنن اور تحریر کے سر منڈھ دیں - اسی طرح خاد ماں اور نیز منتظم کے معزز مولفوں سے دست بستہ گزارش ہے کہ جلدی اپنی اپنی دل لگی بازی کا اعلان کر دیں ہمیں اب تک شبہ ہے کہ یہ دونوں تحریریں خالی خولی تفنن سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتیں - اگر ہمارا شبہ صحیح ہے تو یار و معافی مانگو معافی - ورنہ کچہری کا دروازہ آغوش اجابت کشادہ و دہن دادرسی وا کئے موجود ہے - پرچہ کی لکھائی چھپائی اچھی ہے -

مولانا پنچ کی نوٹ بک

گئے تفنن سے

ایک خواجہ سنگ پرست کا قصہ بار رو و ستش میں ہے وہ صوبے سنگ پرست کا مذکرہ بستان خیال میں ہے اور دو چین سنگ پرستوں کا افسانہ الف لیلہ میں مذکور ہے مگر یہ سنی سنائی داستانیں ہیں - ہم سمجھتے تھے کہ یہ نسلیں منقطع ہو گئیں - گو بہتیرا سنگ مزاروں کے ساتھ ان کے دنجو بجر کسی عجائب خانے کی زینت نہ بنے مگر اوراق کتب ہمیشہ ان کے وجود پر گواہی دیتے رہیں گے شاید ہماری طرح دوسرے بھی اس بات سے ناواقف ہوں گے کہ نسل منقطع نہیں ہوئی ابھی نام لیوا پانی دیوا باقی ہیں - چنانچہ معزز ہمعصر ریاست دہلی ایک ہندوستانی ریاست کی سنگ نوازی پر معترض ہے جس نے چالیس پچاس کتے عالیشان عمارت میں پال رکھے ہیں ان کی نگرانی پر ایک انگریز مقرر ہے ہر ایک کتے پر روپیہ سات آٹھ روپیہ صرف ہوتے ہیں اس لئے کہ دانت صاف رہیں انھیں مسواک کرائی جاتی ہے - پارہ لگا کے ان کی حرارت کا اندازہ کیا جاتا ہے - گرمیوں میں کسی لاٹ صاحب کی طرح پہاڑوں پر بھیج دیئے جاتے ہیں - ایک سند یافتہ دنداں ساز بھی معین ہے کہ دانتوں کی بیماری سے ان کے مسوڑے نہ بگڑنے پائیں - غرض وہ دھوم دھام کا انتظام ہے کہ رئیس صاحب کے بت سے غریب عزیز کو میسر نہ ہوگا اکثر سگے سوتیلے بزرگ خاندان ایسی بزرگ داشت کو ترستے ہوں گے - غریب ماتحت اپنی جگہ کڑھتے ہوں گے کہ میاں کتے کے برابر بھی وابستگان زنجیر دولت کی وقعت نہیں سمجھتے حالانکہ ہماری دولت انھیں غریبوں کے ہاتھ پاؤں کا صدقہ ہے اگر یہ نہ ہوں تو کوئی کتے بھی نہ پوچھیں -

یہ کتوں جوگی ریاست خدا جانے کہاں ہے جس نے آخری وقت کے واسطے اپنی قبر پر نقشہ رونے والے جمع کر لیے ہیں ہے

اے کہ از شغل امارت غافل از دل گشتہ
از سگ خاموش گیر پاک ....

گرا بکے پھرے شیخ جی کعبے کے سفر سے
تو جانو پھرے شیخ جی اللہ کے گھر سے

ادھر تو حکومت اعلان کرتی ہے کہ حج کا سفر خالی از دشواری و خوف نہیں - ہم روکتے نہیں تمھارا جی چاہے تو جاؤ - ادھر خلافت کمیٹی بمبئی جیسے اپنے تعطل کے خلاف ایک نہ ایک بہانہ مل جانے کی تلاش رہتی ہے امیر ابن سعود صاحب کا حق دلالی یوں ادا کرتی ہے کہ جہاز تیار ہے ابن سعود مددگار ہے یہ دونوں حاصل ہیں تو کوئی تیسرا وسیلہ کیوں درکار ہے پوریا بدھنا بغل میں دبا کے سوار ہو جاؤ جو چاہا امیر ابن سعود نے تو بیڑا پار ہے -

جب ہجرت کی ہوا چلی تھی اسوقت بھی ہم نے کہا تھا کہ بھائیو ذرا سمجھ بوجھ و جلدی کام ہے شیطان کا - اب بھی کہتے ہیں کہ بیت اللہ کے حوالی میں فتنہ و فساد کی آگ برس رہی ہے گر لے اور ہم کسی نے بھیجا نہیں ثمر دو کہ تم ہو وہ ایک نہ سنیں گے ایسا نہ ہو کہ تھوڑی دال سی جان جاتی رہے اور میاں ابن سعود یا سود وارے کہہ کے رہ جائیں - حبیش رابغ کے سمتی با نازو نعمت نشستن ہیں مگر آج کل رابغ کا راستہ مومنوں کے واسطے جنت کا پھاٹک ہے -

نجوے

لینے کا ناچوسی پر عمل شیطانی کا فتوے لگ چکا ہے - مگر لارڈ ریڈنگ اور لارڈ برکنہڈ آج کل نجوے میں مصروف ہیں - یہاں لوگوں کے پیٹ میں چوہے چھوٹے ہوئے ہیں کہ دیکھیے اس کا ناچوسی کا نتیجہ کیا ہوتا ہے - کچھ اچھا نتیجہ نکلنے والا ہوتا تو کا ناچوسی کی ضرورت کیا تھی -

معارف النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ دریا میں گرہ لگا دی

اور

ایک گراموفون کی طرح سروں کے محفوظ رکھنے

بلکہ

گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

ایک

مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے

حصۂ اول کے دو ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی اور عملی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کا

حصۂ دوم

طبع ہوا ہے۔ حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذۂ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی چوکی اور ان کے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے۔

استاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں ان سے نقل کی گئی ہیں۔ لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے ہیں اسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جس طرح کہ استاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں ان کے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپ کو اس کتاب میں ملیگا فی الحقیقت مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کلام لے کے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔

قیمت حصۂ دوم پانچ روپیہ مقرر کی جاتی ہے حصۂ اول کی للعہ فی جلد۔ محصولڈاک ہر حال میں ذمۂ خریدار۔

المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

سفید بال پندرہ دن میں جڑ سے کالا

ہزاروں آدمی کا بال کالا کر دیا ہے۔ آپ کا بال جو سفید بال پکنے لگا ہے وہ اگر سمری پیٹنٹی ہیر ناشیل سے کالے نہ نکلے تو دام واپس کرینگے اعتماد نہ ہو تو شرط لکھوا لیں۔ دام بڑا بکس سات روپیہ عہ چھوٹا بکس پانچ روپیہ (صہ)

پتہ کھا:۔ منیجر ہیرنا اسٹور نمبر ۳۴۳ پوسٹ گھنسی سمری ضلع دربھنگہ

آپ کی خواہش ضرور پوری ہوگی

اگر آپ خواہش رکھتے ہیں کہ ہم تمام امراض سے محفوظ رہیں ہمارا جسم مضبوط طاقتور اور خوبصورت ہو ہماری قوت حافظہ تیز ہو دماغ تندرست ہو ہمارے اعضائے جسمانی اور قوائے روحانی ہمیشہ کے لیے زندہ رہیں اور عمر دراز ہو کر ہماری اولاد بھی مضبوط عمر دراز اور خوش رہے تو مقویات سرتاج عالم کا خطاب رکھنے والی اننگ نگرہ گولیوں کا استعمال کریں یہ گولیاں جریان احتلام سرعت ۔۔۔ نامردی وغیرہ کو تھوڑے ہی عرصہ میں دور کر دیتی ہیں قیمت فی ڈبیہ عہ ۔۔۔ محصولڈاک علاوہ۔

ملنے کا پتہ

ویدشاستری جام نگر کاٹھیاواڑ

(لکھنؤ کا ایجنٹ) اندر چند اینڈ کو

سیاحت ظریف

یعنی

منشی سید مقبول حسین صاحب ظریف لکھنوی

کا

منظوم سفرنامۂ عراق

عجب دلچسپ نظم ہے پڑھیے اور شاعر کی شاعرانہ استادی سے فائدہ اٹھائیے۔ قیمت فی جلد ۲ ٹکٹ بھیجیے جبکہ وی پی اور منی آرڈر ممنوع ہے۔

المشتہر

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

ایک فلسفی

یعنی

مرحوم مولانا کرامت حسین سابق جج ہائیکورٹ الہ آباد کے گراں قدر خلاقی مصنفات یہ وہ نادر تصنیفات ہیں جنہوں نے اُردو زبان کو علمی بنا دیا ہے ملک کے ہر ایک بچہ کو پڑھائیے اور کام کا آدمی بنائیے اگر خود پڑھیے تو زندگی کی قیمت بڑھائیے۔

علم الاخلاق مسلم گرلز اسکول کے کورس میں داخل تھی اُردو یونیورسٹی حیدرآباد دکن کے نصاب تعلیمی میں شامل تھی۔ مجلد قیمت مع محصولڈاک .... ۱۲؍

افراد کا سبب پیشہ ور کے مطالعہ کی چیز ہے اُردو ۱۲؍

الدین اور الکاون یعنی مواتنۂ مذہب و سائنس اردو ۱۲؍

امور عامہ یعنی فلسفۂ عقلی کا لا رآمد متن ۱۲؍

زائد خریداروں کو معقول کمیشن دیا جائے گا۔

المشتہر

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ